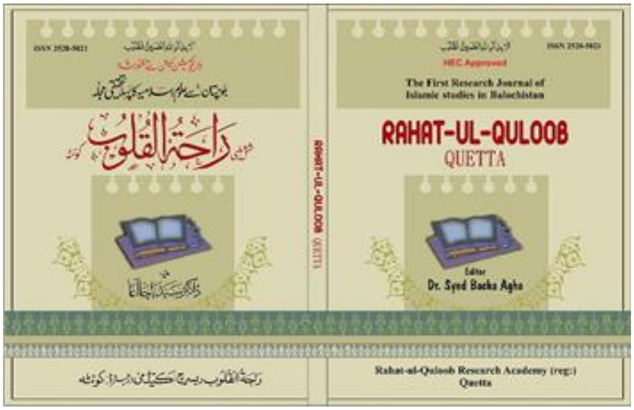

OPEN ACCESS

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

RAHAT-UL-QULOOB

Bi-Annual, Trilingual (Arabic, English, Urdu) ISSN: (P) 2025-5021. (E) 2521-2869

Project of **RAHATULQULOOB RESEARCH ACADEMY,**

Jamiat road, Khiljiabad, near Pak-Turk School, link Spini road, Quetta, Pakistan.

Website: www.rahatulquloob.com

Approved by Higher Education Commission Pakistan

Indexing: » Australian Islamic Library, IRI (AIOU), Tahqeeqat, Asian Research Index, Crossref, Euro pub, MIAR, ISI, SIS.

TOPIC

وکالت کا پیشہ: شرعی تحقیقی جائزہ

The Legal Profession (Advocacy): A Shariah Research Review

AUTHOR

1. Dr. Syed Bacha Agha, Assistant Professor / HOD, Department of Islamic Studies, Government Postgraduate College, Saryab road, Quetta, Pakistan. Email: agha211179@gmail.com

How to Cite: Dr. Syed Bacha Agha. (2024). URDU: وکالت کا پیشہ: شرعی تحقیقی جائزہ: The Legal Profession (Advocacy): A Shariah Research Review. *Rahat-Ul-Quloob*, *8*(1), 23-29. https://doi.org/10.51411/rahat.8.1.2024/451

http://rahatulquloob.com/index.php/rahat/article/view/451

Vol. 8, No.1 || January–June 2024 || URDU-Page. 23-29

Published online: 09-01-2024

وکالت کا پیشہ: شرعی تحقیقی جائزہ

The Legal Profession (Advocacy): A Shariah Research Review

سید باچا آغا

ABSTRACT

Advocate is one who defends or maintains a cause or proposal, or one who supports or promotes the interests of a cause or group, or one who pleads the cause of another specifically one who pleads the cause of another before a Tribunal or judicial court. Advocacy (Wakalat) is a very noble profession; and those who link with this profession are also very noble persons (advocates). It helps victim against offender, oppressed against oppressor,and weak against stronger, therefore due to its service, it also provides equal and full opportunity to poor and rich to put his/her case before honorable judges without any fear and undue influence. Lawyers at all times maintain the honour and dignity of their profession as essential agents of the administration of justice. Lawyers, in protecting the rights of their clients and in promoting the cause of justice, seek to uphold human rights and fundamental freedoms recognized by national and international law and at all times act freely and diligently in accordance with the law and recognized standards and ethics of the legal profession. But The conduct of lawyers in the present era is totally against the traditions and high values of the profession and they are showing cynicism. Today, the common man is forced to ask why lawyers are no longer civilized and polite.

Keywords: Advocacy, Shariah, justice, human rights, fundamental freedoms.

وکالت کا معنٰی ہے: (مجازاً) کسی کی طرف سے بولنا، سفارش، حمایت، مدافعت، طرف داری۔ کسی کی طرف سے کسی کام میں ترجمانی کرنا، کسی دوسرے شخص کا کام اپنے ذمے لینا، ذمے داری، ضامن ہونا، نیابت اور قائم مقامی وغیرہ۔ وکالت کی حقیقت یہ ہے کہ آپ عدالت میں قاضی کے سامنے اپنے موکل کی جانب سے تنازعات میں ظلم کے خاتمے یا حق کے حصول کے لئے کوشش کریں۔ اسی طرح وکالت کے یہ معنی ہے کہ: جو تصرف خود کرتا ہو اس میں دوسرے کو اپنے قائم مقام کر دینا۔[1]

چونکہ ہر شخص اپنا مؤقف پیش کرنے، اس کو ثابت کرنے کے لیے دلائل دینے اور اپنا حق وصول کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا، اور بعض اوقات کورٹ کچہری جانے میں ذلت سے بچنا بھی مقصود ہوتا ہے۔ لہٰذا شریعتِ مطہرہ نے اپنی طرف سے کسی دوسرے کو مقدمے کی پیروی کا وکیل بنانے کی اجازت دی ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے کہ:

فَابۡعَثُوۡۤا اَحَدَكُمۡ بِوَرِقِكُمۡ هٰذِهٖۤ اِلَى الۡمَدِيۡنَةِ فَلۡيَنۡظُرۡ اَيُّهَاۤ اَزۡكٰى طَعَامًا فَلۡيَاۡتِكُمۡ بِرِزۡقٍ مِّنۡهُ وَلۡيَتَلَطَّفۡ وَلَا يُشۡعِرَنَّ بِكُمۡ اَحَدًا۔[2]

ترجمہ: تو اپنے میں سے کسی کو یہ روپیہ دے کر شہر بھیجو وہ دیکھے کہ نفیس کھانا کون سا ہے تو اس میں سے کھانا لے آئے اور

احتیاط سے آئے جائے اور تمہارا حال کسی کو نہ بتائے۔

مذکورہ بالا آیت میں اصحاب کہف میں سے کسی ایک کو بطور وکیل بازار بھیجنے کی ذکر ہے اور ساتھ ہی وکیل کا رازدان ہونا بھی بتایا گیا ہے۔ خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض امور میں لوگوں کو وکیل بنایا، جیسا کہ حضرت حکیم ابن حزام کو قربانی کا جانور خریدنے کے لئے وکیل بنایا۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ:

عن حكيم ابن حزام ان رسول الله صلى الله عليه وسلم" بعث معه بدينار يشتري له اضحية، فاشتراها بدينار وباعها بدينارين، فرجع فاشترى له اضحية بدينار، وجاء بدينار، إلى النبي صلى الله عليه وسلم، فتصدق به النبي صلى الله عليه وسلم، ودعا له ان يبارك له في تجارته۔[3]

ترجمہ: حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک دینار دے کر بھیجا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک قربانی کا جانور خرید لیں، انہوں نے قربانی کا جانور ایک دینار میں خریدا اور اسے دو دینار میں بیچ دیا پھر لوٹ کر قربانی کا ایک جانور ایک دینار میں خریدا اور ایک دینار بچا کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے صدقہ کر دیا اور ان کے لیے ان کی تجارت میں برکت کی دعا کی۔

بہر حال وکالت کا طریقہ قدیم زمانے سے چلا آرہا ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ وہ تنازعات میں اپنی طرف سے دوسرے کو وکیل بنایا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

كان علی بن ابی طالب رضی الله عنه يكره الخصومة فكان اذا كانت له خصومة وكل فيها عقيل بن ابی طالب فلما كبر عقيل وكلنی۔[4]

ترجمہ: حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ جھگڑے کو ناپسند فرماتے تھے، لہٰذا جب ایسا موقع در پیش ہوتا تو حضرت عقیل بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کو وکیل بنادیتے تھے پھر جب حضرت عقیل کی عمر زیادہ ہوگئی تو مجھے وکیل بنایا۔

اسی سلسلے میں تنازعات پر وکیل بنانے کے جواز اور حکمت کے متعلق امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

اذا وكل الرجل بالخصومة فی شئ فهو جائز لانه يملك المباشرة بنفسه فيملك هو صكه الى غيره ليقوم فيه مقامه وقد يحتاج لذلك اما لقلة هدايته او لصيانة نفسه عن ذلك الابتذال فی مجلس الخصومة وقد جرى الرسم على التوكيل على ابواب القضاء من لدن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم الى يومنا هذا من غير نكير منكر وزجر زاجر۔[5]

ترجمہ: جب کوئی شخص کسی جھگڑے میں وکیل بنائے تو یہ جائز ہے کیونکہ وہ خود یہ کام کر سکتا ہے تو کسی اور سے کروانے کا اختیار بھی رکھتا ہے تا کہ دوسرا اس کے قائم مقام ہو جائے، بسا اوقات وکیل بنانے کی ضرورت اس لئے بھی ہوتی ہے کہ مؤکل کو پوری سمجھ نہیں ہوتی یا کورٹ میں ذلت سے بچنا مقصود ہوتا ہے۔ بہر حال فیصلوں میں وکیل بنانے کا جواز نبی کریم صلَّی اللہ علیہ وسلَّم کے زمانۂ مبارکہ سے آج تک بغیر کسی انکار کے رائج ہے۔

خلاصہ یہ کہ وکالت کی حقیقت یہ ہے کہ آپ عدالت میں قاضی کے سامنے اپنے موکل کی جانب سے تنازعات میں ظلم کے خاتمے یا حق کے حصول کیلیے کوشش کریں۔ایسی صورت میں بنیادی طور پر وکالت جائز ہے۔ابن قطان رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ:"تنازعات اور حق طلبی میں کسی کی وکالت کرنا کہ موکل بھی حاضر اور ملزم بھی اس پر راضی ہو تو اس کے جائز ہونے پر اجماع ہے"۔[6]

وکالت فیس:

معاہدۂ اجرت کے شرعی تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے وکیل مقدمہ لڑنے کی اجرت / فیس لے سکتا ہے۔جیسا کہ درر الحکام شرح مجلۃ الاحکام میں ہے:

لو وكل احد آخر بالمحاكمة والمخاصمة مع آخر وبين وقت مدة معينة للخصومة والمرافعة وقاوله على اجرة كانت الاجارة صحيحة ولزم الاجر۔[7]

ترجمہ: اگر کسی نے دوسرے کو جھگڑے کا فیصلہ کروانے کا وکیل بنایا اور معاملہ بیان کرکے مقدمے کے وقت کو معین کر دیا اور وکیل نے اجرت پر یہ کام کیا تو اجارہ صحیح ہے اور اجرت لازم ہو گی۔

اسی طرح شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ:

والوكالة باجر جائزة، لا باس بها۔[8]

ترجمہ: اور اجرت کے عوض وکالت جائز ہے، اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

وکیل کے فرائض:

ہر پیشہ کی طرح وکیل پر بھی شریعت کے اصولوں کی پابندی لازم ہے۔وکیل کے لئے ضروری ہے کہ کسی کی ناحق طرف داری، جھوٹ، دھوکا دہی، خلافِ شریعت فیصلہ کروانے، ظالم کو مظلوم اور مظلوم کو ظالم بنانے، ناحق کسی کا حق دبانے وغیرہ ناجائز کاموں سے بچتے ہوئے کام کرے۔اگر گناہ کے کام پر مددگار بنے گا تو ظالم قرار پائے گا۔اس لیے وکیل کی ذمہ داری بنتی ہے کہ اصل حقدار کے حق کا تحفظ کرے، لیکن ظالم کی ظلم پر یا غاصب کی مدد کرنا کسی صورت جائز نہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۔[9]

ترجمہ: اور نیکی اور تقوی کے کاموں میں باہمی تعاون کرو لیکن گناہ اور زیادتی کے کاموں میں باہمی تعاون مت کرو، اور اللہ سے ڈرو، بیشک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

اسی طرح ارشاد ہے کہ:

وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْمًا۔[10]

ترجمہ: اور دھوکہ / خیانت کرنے والوں کی طرف سے نہ جھگڑو۔

اور

وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِينَ يَخْتَانُونَ أَنْفُسَهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا أَثِيمًا ۔[11]

ترجمہ: ان لوگوں کی طرف سے مباحثہ مت کریں جو اپنے آپ سے خیانت کرتے ہیں، بیشک اللہ تعالی بہت زیادہ خیانت کرنے والے اور گناہ گار سے محبت نہیں فرماتا۔

معاملے کی حقیقت جانتے ہوئے ظالم کا ساتھ دینا بہت بڑا ظلم ہے۔ چنانچہ مذکورہ بالا آیتِ کریمہ کا شانِ نزول بیان کرکے امام جصاص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

وهذا يدل على انه غير جائز لاحد ان يخاصم عن غيره فى اثبات حق او نفيه وهو غير عالم بحقيقة امره۔[12]

ترجمہ: یہ آیتِ مبارکہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ معاملے کی حقیقت جانے بغیر کسی کا حق ثابت کرنے یا اس کے انکار کے لیے دوسرے سے مقدمہ لڑنا جائز نہیں۔

اسی طرح شیخ عبد الرحمن سعدی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ:

" اس کا یہاں پر مطلب ہے جرم، ظلم اور گناہ۔ یہاں آیت میں اس بات سے بھی ممانعت ہے کہ کوئی شخص جرم کر بیٹھے اور اس پر سزا، حد یا تعزیر لاگو کرنے کا حکم جاری کر دیا جائے تو اب اس کی سزا، حد یا تعزیر ختم کروانے کے لئے اس کے جرم کا دفاع نہیں کیا جائے گا، یا اس پر جاری ہونے والی قانونی سزا کو ختم کروانے کی کوشش نہیں کی جائے گی"۔[13]

اسی طرح تفسیر عثمانی میں مرقوم ہے کہ:

"اگر آدمیوں نے جان بوجھ کر فریب سے کسی مجرم کی برائت ثابت کر دی یا غلطی سے مجرم کو بے قصور سمجھ گئے تو اس سے اس کے جرم میں تخفیف نہیں ہو سکتی۔ البتہ توبہ سے معاف ہو سکتا ہے اس میں اس چور کو اور اس کے سب طرف داروں کو جو دیدہ دانستہ طرفدار بنے ہوں یا غلطی سے سبھی کو توبہ اور استغفار کا ارشاد ہو گیا ہے اور اشارہ لطیف اس طرف بھی ہو گیا کہ اب بھی اگر کوئی اپنی بات پر جما رہے گا اور توبہ نہ کرے گا تو اللہ کی بخشش اور اس کی رحمت سے محروم ہو گا۔[14]

اس لیے وکیل کی ذمہ داری بنتی ہے کہ اصل حقدار کے حق کا تحفظ کرے اور کسی ناحق کی ترجمانی و طرفداری نہ کرے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ:

من حالت شفاعته دون حد من حدود الله فقد ضاد الله، ومن خاصم في باطل وهو يعلمه لم يزل في سخط الله حتى ينزع عنه، ومن قال في مؤمن ما ليس فيه اسكنه الله ردغة الخبال، حتى يخرج مما قال۔

ترجمہ: جس کی سفارش اللہ کی حدود میں سے کسی حد کے آڑے آگئی تو اس نے اللہ تعالی کے ساتھ ضد بازی کی، جو شخص جانتے ہوئے بھی جھوٹے معاملے کی مدافعت کرے تو وہ اس وقت تک اللہ کی ناراضگی میں رہتا ہے جب تک وہ اس وکالت سے نکل نہیں جاتا، اور جو شخص کسی مومن کے بارے میں ایسی بات کہتا ہے جو اس میں ہے ہی نہیں تو اللہ تعالی اسے جہنمیوں کے نچوڑ میں ٹھہرائے گا یہاں تک کہ وہ اس بات سے رجوع کر لے جو اس نے کہی تھی۔[15]

اسی سلسلے میں شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ:

ان المحاماة، وهي التوكل عن الرجل ليخاصم خصمه، تنقسم الى قسمين: قسم يريد ان يحامي بحق وعن حق، فالدخول في هذا لاباس به، لان غاية ما فيه انه توكل لشخص باجر، والوكالة باجر جائزة، لا باس بها۔ وقسم ثان من المحاماة يريد المحامي ان يتم قوله بحق او باطل، فهذ القسم لا يجوز الدخول فيه، لانه سيكون مدافعا عن الحق وعن الباطل، وهذا محرم، بل الواجب على المسلم اذا راى ان اخاه سيقع في باطل ان ينصحه والا يتوكل عنه۔[16]

ترجمہ: وکالت اس کو کہتے ہیں کہ: انسان کسی کی طرف سے نیابت کرتے ہوئے اس کے جھگڑے کی پیروی کرے، اور اس کی دو قسمیں ہیں: ایک قسم وہ ہے جس میں انسان حق بات کے ذریعے حق کا تحفظ کرتا ہے، تو ایسی وکالت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے؛ کیونکہ اس میں زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ آپ نے کسی شخص کو اجرت کے عوض میں وکالت اور نیابت پر رکھ لیا ہے اور اجرت کے عوض نیابت میں کوئی حرج نہیں ہے۔ دوسری قسم یہ ہے کہ: وکیل اپنی بات منوانے کیلیے سچے جھوٹے تمام طریقے اختیار کرے تو اس قسم کی وکالت کرنا جائز نہیں ہے؛ کیونکہ ایسی صورت میں حق اور باطل دونوں قسم کی باتوں کو تحفظ فراہم کرے گا اور یہ حرام ہے۔ جبکہ مسلمان پر واجب یہ ہے کہ جب انسان کسی کو برحق مقدمات میں ملوث پائے تو اس کی وکالت نہ کرے۔

لہذا ایسا وکیل جو اپنے پیشے کی بنیاد دلیل اور شرعی احکام پر رکھتا ہے، اپنے پیشے سے مخلص ہو کر محنت کرتا ہے، اپنے موکلین کو بتلاتا ہے کہ جن حقوق کا مطالبہ تمہارے لیے جائز ہے صرف انہی کے بارے میں دعوی دائر کرو، اور حقداروں کے حق تسلیم کرو، اپنے قول، اقرار اور گواہی میں صرف سچ ہی بولیں، نیز وکیل انہیں تقوی الہی کی جانب رہنمائی کریں کہ یہی دنیا اور آخرت میں خوشحال زندگی کا باعث ہے، اسی طرح غریب اور کمزور مدعیان کے ساتھ انتہائی نرمی کے ساتھ پیش آئے۔ اگر کوئی وکیل ان سب چیزوں پر کاربند رہتا ہے تو وہ معاشرے میں بہت بڑا اصلاحی کارنامہ سرانجام دے رہا ہے۔

مگر موجودہ دور میں وکالت کے معیارات و طریقہ کار بالکل ہی الگ تھلگ ہیں۔ جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ، قاتل، ظالم اور چور ڈاکو کو بے قصور ثابت کرنا موجودہ دور کے وکلا کا وطیرہ ہے۔ خداترسی، رحم دلی اور اخلاقیات کا قریب قریب سے کوئی گزر نہیں، بس صرف پیسہ پھینک تماشہ دیکھ، بلکہ یوں سمجھ لیں کہ موجودہ دور میں اکثریت وکلاء اور طوائف کا ذرہ برابر فرق نہیں رہا، صرف اور صرف پیسہ سے سروکار ہے۔ عام آدمی آج انصاف دلانے والوں کے ہاتھوں ہی ذلیل و خوار ہو رہا ہے۔ موجودہ دور میں وکلاء کا طرز عمل اس شعبے کی روایات اور اعلیٰ اقدار کے بالکل منافی ہے اور وہ گھٹیا پن کا مظاہرہ کر رہے ہے۔ آج عام آدمی یہ سوال کرنے پر مجبور ہے کہ وکیل اب مہذب اور شائستہ کیوں نہیں رہے ہیں؟ کیا اب ان کا تعلق معزز اور شریف خاندانوں سے نہیں ہے؟ کیا ان کی تعلیم و تربیت میں کوئی فرق رہ گیا ہے؟ انہی وکیلوں نے آگے چل کر جج بننا ہے، یہ کیا انصاف کریں گے؟ ان سوالوں کا جواب تو وکلاء کو ہی دینا ہے۔ یہ بات درست ہے کہ وکالت کا شعبہ پیسہ کمانے کے لیے ہرگز نہیں تھا بلکہ ایک مشن کے طور پر لوگ اس طرف آتے تھے ان کا مقصد نیک اور نیت صاف ہوتی تھی مگر جب سے وکالت کو پیشہ سمجھا جانے لگا ہے اور اسے دولت کمانے کا ذریعہ گردانا جانے لگا ہے تب سے اس میں بگاڑ پیدا ہوا ہے اور خرابیاں اور کوتاہیاں پیدا ہونا شروع ہوئی ہیں

اگر اسے مشن ہی رہنے دیا جاتا تو وکلاء کی آج یوں رسوائی نہ ہوتی۔ اخلاقی روایات، دیانت داری اور سب سے بڑھ کر شرافت کہیں بھی نظر نہیں آتی، افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ڈیلر اور وکیل میں کوئی فرق نہیں رہا۔ کیا یہ سب وکیل کی شان کے مطابق ہے ؟ مختصر یہ کہ آج کے معاشرے میں وکیل اپنا مقام اور عزت کھو چکا ہے اگرچہ وکلاء اپنے دفاع میں یہ ضرور کہتے ہیں کہ اس شعبے میں چند لوگوں کہ وجہ سے انہیں ندامت اور شرمندگی کا سامنا ہے مگر حالات کو درست کرنا بھی لامحالہ ان کی ذمہ داری ہے۔

حوالہ جات

---

[1] الحصکفی، محمد علاؤالدین ابن الشیخ علی الحنفی، لدر المختار، مکتبہ رشیدیہ، کویتا، کتاب الوکالة، ج8، ص273

[2] الکہف69: 19

[3] أبي داؤد سليمان ابن اشعث، سنن أبي داؤد، مكتبه رشيديه، کوئٹہ، كتاب البيوع، باب فی المضارب يخالف، حديث 3386

[4] البيهقي، أبي بكر أحمد بن الحسين بن علي، السنن الكبرى للبيهقي، دار الكتب العلمية، بيروت، 1424 هـ، ج6، ص134

[5] السرخسی، ابی بکر محمد بن احمد بن ابی سہیل الحنفی، المبسوط، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، کتاب الوکالة، ج19، ص6

[6] المقدسي الصالحي، شرف الدين ابو النجا موسی بن احمد الحجاوی (ت968ھ)، الإقناع في فقه الإمام أحمد بن حنبل، دار المعرفة للطباعة والنشر، بیروت، ج2، ص156

[7] علی حیدر، درر الحکام شرح مجلة الاحکام، دار عالم الکتب، 1423ھ، ج3، ص594

[8] العثيمن، محمد بن صالح، فتاوى نور على الدرب، مؤسسة الشيخ محمد بن صالح العثيمن الخيرية، الرياض، طبع الاول، 1434ھ، ج11، ص610

[9] المائدة5:2

[10] النساء4:105

[11] النساء4:107

[12] الجصاص، ابو بکر احمد بن علی الرازی الحنفی، احکام القرآن للجصاص، ادارة القرآن والعلوم الاسلامیة، کراچی، ج2، ص279

[13] ابوعبداللہ عبدالرحمن بن ناصر آل سعدی، تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان (مترجم اردو)، دار السلام، لاہور، ص584

[14] عثمانی، علامہ شبیر احمد، تفسیر عثمانی، دار الاشاعت، کراچی، 1428ھ، ج1، ص449

[15] أبي داؤد سليمان ابن اشعث، سنن أبي داؤد، كتاب الاقضية، باب فِيمَنْ يُعِينُ عَلَى خُصُومَةٍ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَعْلَمَ أَمْرَهَا، حديث 3597

[16] العثيمن، محمد بن صالح، فتاوى نور على الدرب، مؤسسة الشيخ محمد بن صالح العثيمن الخيرية، الرياض، ج11، ص609-610